توحید ہی آزادی ہے توحید کے سوا ہر چیز غلامی ہے۔
ساری دنیا غلامی میں جکڑی گئی ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۹ / جولائی ۱۹۹۳ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں۔

قُلْ اِنَّنِیْ ھَدٰنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ۬ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ﴿۱۶۲﴾ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۳﴾ لَا شَرِیْکَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۶۴﴾ قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْ رَبًّا وَّھُوَ رَبُّ کُلِّ شَیْءٍ ؕ وَلَا تَکْسِبُ کُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَیْھَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۚ ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ مَّرْجِعُکُمْ فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۵﴾ (الانعام: ۱۶۲ تا ۱۶۵)

پھر فرمایا:۔

اس سفر سے واپسی کے بعد جو خدا تعالیٰ کے احسان اور رحمت سے ہر لحاظ سے بہت کامیاب رہا آج یہ پہلا خطبہ ہے جو میں اللہ کے فضل سے مسجد فضل لندن میں دے رہا ہوں یہاں سے جانے سے پہلے جو خطبہ دیا تھا اس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی ایک تحریر پیش کی تھی جس کے آخری حصہ سے متعلق میں نے ذکر کیا تھا کہ میں انشاء اللہ تعالیٰ ان چار امور کو جو اس آخری فقرہ میں درج ہیں ایک ایک کر کے وضاحت سے جماعت کے سامنے بیان کروں گا۔ حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوۃ والسلام کی جو تحریر پیش کی گئی تھی وہ یہ ہے۔

''ہماری جماعت کی ترقی بھی تدریجی اور کَزَرْعٍ (الفتح: ۳۰) (کھیتی کی طرح) ہوگی اور وہ مقاصد اور مطالب اس بیج کی طرح ہیں جو زمین میں بویا جاتا ہے اور مراتب اور مقاصد عالیہ جن پر اللہ تعالیٰ اس کو پہنچانا چاہتا ہے ابھی بہت دور ہیں۔ وہ حاصل نہیں ہو سکتے جب تک وہ خصوصیت پیدا نہ ہو جو اس سلسلہ کے قیام سے خدا کا منشا ہے توحید کے اقرار میں بھی خاص رنگ ہو (یہ وہ آخری جملہ ہے جس کے چار اجزاء کو ایک ایک کر کے میں انشاء اللہ تعالیٰ خطبات میں بیان کروں گا پہلا جزیہ ہے توحید کے اقرار میں بھی خاص رنگ ہو دوسرا) تبتل الی اللہ ایک خاص رنگ کا ہو (تیسرے) ذکر الٰہی میں خاص رنگ ہو (اور چوتھے) حقوق اخوان میں خاص رنگ ہو۔''

(الحکم جلد ۶ نمبر ۲۹ صفحہ ۵ پرچہ ۷/ اگست ۱۹۰۲ء)

اس کا پہلا جز کہ توحید کے اقرار میں بھی خاص رنگ ہو آج کے خطبہ کا موضوع ہے۔ آج خدا تعالیٰ کے فضل سے مجلس خدام الاحمدیہ یو۔ کے کا سالانہ اجتماع بھی شروع ہو رہا ہے اور ان کی طرف سے بھی یہ پرزور اصرار ہے کہ اس خطبہ میں ان کے نام بھی افتتاحیہ کے رنگ میں ایک پیغام ہو اسی طرح جماعت احمدیہ سوئٹزرلینڈ کا جلسہ سالانہ آج سے زیورک میں شروع ہو رہا ہے۔ امیر صاحب سوئٹزرلینڈ نے خطبہ جمعہ میں جماعت سوئٹزرلینڈ کو یاد رکھنے کی درخواست کی ہے۔ یہ دونوں مقامات جن میں ایک جگہ اجتماع اور ایک جگہ جلسہ سالانہ ہو رہا ہے اس وقت شرک کا گڑھ بنے ہوئے ہیں اگرچہ شرک بھی بظاہر ناپید ہوتا دکھائی دے رہا ہے اور دہریت میں بدل گیا ہے اور ان علاقوں میں بھاری تعداد نوجوانوں کی اور نئی نسل سے تعلق رکھنے والوں کی عملاً دہریہ ہو چکی ہے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ دہریت شرک ہی کی پیداوار ہے۔ شرک جب اپنے بدنتائج کو کھل کر ظاہر کرتا ہے تو جو کڑوے پھل شرک کو لگتے ہیں ان میں ایک سب سے بڑا کڑوا پھل دہریت ہے کیونکہ شرک اپنی ذات میں اس لائق نہیں کہ اس پر ایمان رکھا جائے جو ایمان بھی شرک کی ملونی رکھتا ہے وہ لازماً بودا ایمان ہے اور جوں جوں قومیں اس شرک کے پہلو پر غور کرتی ہیں طبعاً وہ اس سے متنفر ہوتی چلی جاتی ہیں اور اس کے

مقابل پر پھر دہریت کے سوا اور کوئی سہارا ان کے لئے باقی نہیں رہتا اور دہریت کو اگر بنظر غور دیکھا جائے تو دہریت کا سہارا دراصل خدا کے بعد ایک ہی سہارا ہے جو باقی ہے۔ یا تو خدا ہے یا کچھ نہیں اگر کچھ نہیں تو مادہ پرستی کے سوا کچھ بھی باقی نہیں رہتا اور انسان کو اپنی زندگی کے مطالب حاصل کرنے کے لئے لازماً مادیت کی طرف جھکنا پڑتا ہے۔ پس یہ شرک کا وہ شاخسانہ ہے جو انسان کو خالصۃً دنیا کا بنا کر رکھ دیتا ہے اور خدا سے اس کا تعلق کلیۃً کٹ جاتا ہے۔

اس پہلو سے آج کے خطبہ کا تعلق ان دونوں تقریبات سے بہت گہرا ہے یعنی توحید کا موضوع ہے اور ایسے ملک کے اجتماعات یا جلسے جو شرک کی آماجگاہ بنے رہے اور دہریّت پر جا کر ان کی تان ٹوٹی ان ممالک کے لئے سب سے اہم، سب سے ضروری، سب سے زیادہ زندگی بخش پیغام توحید ہی کا پیغام ہے اور اس کے بغیر ہماری دوسری تبلیغی کوششیں بالکل بے معنی اور بے حقیقت ہیں۔ ایسے لوگ جن کا خدا سے ایمان اٹھ چکا ہو جن کا سب کچھ دنیا بن چکی ہو، ان سے آپ بائبل کی رو سے خواہ عہد نامہ قدیم ہو یا عہد نامہ جدید ہو یا دیگر الٰہی کتب کی رو سے بحث کریں تو یہ ایسی بات ہے جیسے بھینس کے آگے بین بجانے کا محاورہ ہے۔ بھینس بیچاری کو کیا پتا کہ بین کیا ہوتی ہے۔ اس لئے بہت سے احمدی ان سرسری باتوں میں جو ان قوموں کے لئے سرسری ہیں اور ہمارے لئے اہمیت رکھتی ہیں ان کے نقطہ نگاہ سے دیکھیں تو ان سرسری باتوں میں اپنا سارا وقت ضائع کر دیتے ہیں اور نتیجہ کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا اس لئے بیماری کی صحیح تشخیص ہونی چاہئے اور بیماری کی صحیح تشخیص یہ ہے کہ توحید دنیا سے اٹھ چکی ہے اور یہی تشخیص ہے جو اس مرض کے ہر پہلو پر صادق آرہی ہے۔ یہ مذہب کے فرق کو نہیں دیکھ رہی یہ وہ تشخیص ہے آج کل عالم پر صادق آرہی ہے۔

ہندوؤں کو دیکھیں تو وہاں سے اگر توحید کا کوئی نشان تھا تو وہ اٹھ چکا ہے یہودی بھی عملاً توحید کو چھوڑ کر مادہ پرست ہو چکے ہیں۔ مسلمانوں میں بھی کئی قسم کے شرک راہ پا گئے ہیں اور مسلمان ممالک نے اپنی بقا کو خدا کی توحید سے نہیں بلکہ دنیا کے وسائل سے اور دنیا کی مصلحتوں سے وابستہ کر دیا ہے۔ یہ شرک عدلیہ میں بھی راہ پا گیا ہے اور ہر جگہ عدلیہ کی جڑیں اس شرک کی وجہ سے کھوکھلی ہوتی جارہی ہیں۔ بسا اوقات عدلیہ ایک فیصلہ دیتی ہے اور فیصلہ دیتے وقت بظاہر ایسی زبان استعمال کرتی ہے جو اس فیصلے کو قانوناً کچھ معقولیت عطا کر دے لیکن پس منظر میں کچھ اور معبود ہیں جن کی پرستش کی

جارہی ہوتی ہے۔ کہیں یہ کہ عوام الناس کے اوپر کیا اثر پڑے گا یہ ایک بت ہے جو ان کے فیصلے کے اوپر اثر انداز ہو رہا ہوتا ہے، کہیں یہ کہ حکومت کے سربراہوں پر کیا اثر پڑے گا جنہوں نے عدلیہ پر فائز ججوں کی ترقیاں دینی ہیں، کسی کو مستقل جج بنانا ہے، کسی کو چیف جسٹس مقرر کرنا ہے تو شرک ہی ہے جو ہر جگہ انسانی معاملات میں زہر گھول رہا ہے اور حقیقت میں قرآن کریم نے جو اس زمانے کی قسم کھائی ہے کہ جس میں گھاٹا ہی گھاٹا ہے وہ یہی زمانہ ہے اور شرک ہی ہے جس نے سارے عالم کو گھاٹے میں مبتلا کر دیا ہے۔

توحید کے متعلق اس سے پہلے بھی میں نے خطبات کا ایک سلسلہ شروع کیا تھا لیکن یہ مضمون اتنا اہم ہے کہ بار بار جماعت کے سامنے پیش ہونا چاہئے اور بڑی وضاحت کے ساتھ اس کے ہر پہلو کو جماعت کے سامنے رکھنا چاہئے کیونکہ اسی میں سارا دین ہے۔ سارے دین کا خلاصہ توحید ہی ہے۔ تبھی حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی دو مواقع کی دو حدیثیں میرے پیش نظر ہیں۔ ایک موقع پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور ایک موقع پر ایک اور صحابی کو نصیحت فرمائی کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں بھی سب کچھ ہے اگر تم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا مطلب سمجھ جاؤ اور اس پر قائم ہو جاؤ تو اس سے نجات وابستہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ والی نصیحت کے متعلق یہ بیان ہوا ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب حضرت ابو ہریرہؓ کو یہ اعلان کرتے سنا کہ من قال لا الٰہ الا اللّٰہ فدخل الجنۃ کہ جس کسی نے بھی یہ اعلان کیا یا یہ اقرار کیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا تو حضرت عمرؓ ان کو گریبان سے پکڑ کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں واپس لائے اور یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ یہ جو بات کہہ رہے ہیں آپؐ نے فرمائی ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس سے کچھ ناواقف لوگ یا انجان لوگ دھوکے میں پڑ جائیں گے اور دین کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے۔ وہ لوگ جو اس کے مطلب کو نہیں پا سکیں گے وہ کچھ اور نہ سمجھ بیٹھیں چنانچہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے اس عرضداشت پر حضرت ابو ہریرہؓ کو اس اعلان سے منع فرما دیا۔ (مسلم کتاب الایمان حدیث نمبر: ۴۶)

دوسری حدیث میں آنحضرت ﷺ کے متعلق ذکر ملتا ہے کہ ایک نوجوان صحابیؓ سواری میں آپؐ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اور ان کو آپؐ نے جو نصیحتیں کیں ان میں یہ بھی ذکر تھا یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا۔ اس نے پوچھا کہ کیا میں اس کا اعلان کروں تو رسول اللہؐ نے فرمایا نہیں جو لوگ نہیں

سمجھیں گے وہ عمل چھوڑ بیٹھیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ اس اقرار کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ عمل سے الگ ہو کر اقرار کیا جائے بلکہ اس اقرار کا اصل مطلب یہ ہے کہ یہ اقرار عمل میں جاری ہو جائے اور یہ اقرار اگر سچا ہو تو لازم ہے کہ عمل میں جاری ہو، رک ہی نہیں سکتا۔ یہ ناممکن ہے کہ کوئی حقیقت میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی صداقت کا اس کی کنہہ سے واقف ہوتے ہوئے اقرار کر رہا ہو۔ اس کے مضمون کو سمجھتے ہوئے اقرار کر رہا ہو اور پھر بے عمل ہو کیونکہ توحید کا اعمال سے اور اعمال کی تمام تفاصیل سے گہرا تعلق ہے اس پہلو سے جماعت احمدیہ کے لئے توحید کے مضمون کو بار بار سمجھنا اور اسے آگے بیان کرنا بہت ضروری ہے۔

میں نے جو آیات آپ کے سامنے تلاوت کیں اب میں ان کا ترجمہ پیش کرتا ہوں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اے محمدؐ! یہ اعلان کر دے کہ مجھے میرے رب نے صراط مستقیم کی طرف ہدایت دے دی ہے یا صراط مستقیم پر چلا دیا ہے۔ وہ صراط مستقیم جو ہم پانچ وقت کی نمازوں میں بار بار خدا سے طلب کرتے ہیں کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (الفاتحہ:۶) اے محمدؐ تو اعلان کر کہ میں اس صراط مستقیم کو پا چکا ہوں اور وہ ہے کیا؟ دِيْنًا قِيَمًا دین قیم ہے مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ابراہیم جو حنیف تھا اور اس کی ملت جس دین پر قائم تھی یہ وہ دین ہے وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اس کا تعارف اگر کرایا جائے تو اس کا خلاصہ اس سے بہتر نہیں ہو سکتا کہ وہ کسی پہلو سے بھی مشرک نہیں تھا۔ اگرچہ اسلام نے جتنا توحید پر زور دیا ہے اس کا عشر عشیر بھی دیگر مذاہب میں دکھائی نہیں دیتا مگر کسی مسلمان کا یہ دعویٰ کرنا کہ اسلام ہی نے پہلی بار توحید کو پیش کیا ہے ہرگز درست نہیں کیونکہ دین قیم جس کا اس آیت میں ذکر ملتا ہے اس کی تعریف دوسری جگہ سورۂ بیّنہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَ يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ (البینہ:۶)

کہ دین قیمہ کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ تمام وہ مذاہب جن کی بنیاد کتاب پر رکھی گئی یعنی کلام الٰہی پر رکھی گئی ان تمام مذاہب کا خلاصہ یہ تھا کہ ان کو خدا تعالیٰ نے توحید اور خالص توحید پر جو حَنِيْفًا

کا پہلو رکھتی ہو جس میں دین کو خدا کے لئے خالص کر دیا گیا ہو، قائم ہونے کی ہدایت فرمائی۔ پس آدم سے لے کر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تک ادیان کا خلاصہ یہی ہے جو دِيْنُ الْقَيِّمَةِ میں بیان فرما دیا گیا ہے اس لئے یہ کہنا درست نہیں کہ صرف اسلام نے توحید کو پیش کیا۔ توحید کے بغیر تو مذہب کا آغاز ہی نہیں ہو سکتا۔ یہ وہ مذہب ہے جو اول بھی ہے اور آخر بھی ہے۔ اول اور آخر جو خدا کی صفات بھی ہیں ان کا کامل خلاصہ توحید ہے۔ چنانچہ اس کے بعد آنحضرت ؐ کو یہ حکم ملتا ہے کہ یہ اعلان کر اور پھر کہہ کہ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الانعام:۱۶۲) وہ توحیدِ خالص جسے دینِ قیم قرار دیا گیا ہے جسے حنیف ابراہیم کا مذہب قرار دیا گیا ہے وہ آنحضرت ﷺ کے وجود میں کس طرح جلوہ گر ہوئی۔ اللہ فرماتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں۔ اے محمد ؐ تو اعلان کر کہ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ میری عبادتیں اور میری تمام قربانیاں وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور میری تو ساری زندگی، میرا جینا مرنا کلیۃً خدا کے لئے ہو گیا ہے یہ توحیدِ خالص کا طبعی نتیجہ ہے اور یہ وہ توحید خالص ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے اقرار میں نہیں ٹھہری بلکہ وہ اقرار آپ کے سارے وجود میں سرایت کر گیا جب توحید خالص وجود میں سرایت کر جاتی ہے، خون میں دوڑنے لگتی ہے تو کیسا وجود ظاہر ہوتا ہے یہ وہ بیان ہے جو اس آیت میں ملتا ہے کہ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ تو کہہ دے کہ میری عبادت اور ہر قسم کی عبادت، میری قربانی اور ہر قسم کی قربانی، میرا جینا میرا مرنا سب کچھ خدا کے لئے ہو چکا ہے۔ غیر اللہ کی ایسی نفی اس کامل شان کے ساتھ آپ کو دوسرے انبیاءؑ میں بھی دکھائی نہیں دے گی مگر یہ مراد نہیں ہے کہ وہ موحّد نہیں تھے توحید نے درجہ بدرجہ ترقی کی ہے، رفتہ رفتہ نئی شان توحید میں پیدا ہوئی ہے۔ اس کا مفہوم زیادہ گہرائی کے ساتھ انسان کو سمجھایا گیا ہے اور وہ مقام جس پر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فائز ہوئے وہ توحید کا آخری مقام ہے۔ پس اگرچہ تمام انبیاءؑ توحید کے علمبردار تھے اور توحید ہی کی طرف بلانے والے تھے مگر نبی نبی میں اس پہلو سے فرق ہے پس جہاں بھی توحید کا مضمون ملتا ہے وہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے علاوہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام آپ کو سنائی دے گا اور یہ دو انبیاءؑ ہیں جو توحید کے مضمون میں اس درجہ کمال کو پہنچے ہیں کہ جیسے آسمان پر سورج اور چاند ہوں اور باقی سب ستارے ہیں جو نور سے جھلملاتے تو ضرور ہیں مگر ایسی صاف اور پاک روشنی نہیں رکھتے جیسے چاند

کو عطا ہوئی یا جیسی روشنی سورج چاند کو عطا کرتا ہے پس توحید کے آسمان پر جو دو سب سے بڑے نیّر ہیں اور جنہیں ہم نیّرین کہتے ہیں وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور حضرت ابراہیمؑ ہی ہیں۔

پھر یہ بیان قُلْ کے تابع جاری رہتا ہے کہ اے محمدؐ یہ اعلان کر۔ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۳﴾ لَا شَرِيْكَ لَهٗ خلاصہ وہی ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں جس طرح پہلی آیت اس بات پر منتج ہوئی تھی کہ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وہی مضمون ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات کے حوالے سے سمجھایا جارہا ہے کہ یہ اعلان کرنے کے بعد کہ میرا سب کچھ خدا کے لئے ہو گیا، پھر خلاصہ یہ نکال کر لَا شَرِيْكَ لَهٗ اس کا کوئی شریک نہیں وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں پہلا مسلمان ہوں۔ پس جب میں نے یہ بیان کیا کہ توحید ہی میں خدا کی اولیت جلوہ گر ہے اور توحید ہی میں خدا کے آخر ہونے کا مضمون بیان ہوا ہے تو آنحضرت ﷺ کی ذات کے حوالے سے یہ دونوں باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہیں۔ آپؐ اول بھی ہیں اور آخر بھی ہیں، شارع بھی ہیں اور خاتم بھی ہیں۔ اس پہلو سے حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں توحید نے جو جلوہ گری دکھائی ہے کسی اور ذات میں آپ کو ایسی جلوہ گری نظر نہیں آئے گی۔ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ کہہ دے کہ خدا کے سوا میں کسی اور کو رب بنالوں جبکہ وہ ہر چیز کا رب خود ہے وہ وجود کہاں سے ڈھونڈوں جس کا خدا رب نہ ہو یہ مضمون ہے جو حقیقت میں بیان کیا جارہا ہے۔ جدھر نظر پڑتی ہے سب کا رب خدا ہے ساری کائنات میں ایک ذرہ بھی ایسا نہیں جس کا رب خدا نہ ہو تو رب کو چھوڑ کر ان کو میں کیوں رب بنالوں جن پر ربوبیت ظاہر ہوئی۔ جب ہر جگہ وہی وہی ہے تو پھر وہی میرا رب ہے اس کے سوا کوئی رب ہو ہی نہیں سکتا۔ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا اور جہاں تک رب کے سوا دوسری مخلوق یا کائنات کا تعلق ہے ان کے اوپر تو یہ قانون جاری ہے کہ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا کوئی جان، کوئی باشعور ہستی ایسا کام نہیں کرے گی جس کے متعلق اس کو ذمہ دار قرار نہ دیا جائے لَا تَكْسِبُ یعنی کمائے گی نہیں اِلَّا عَلَيْهَا مگر اس کی ذمہ داری اس پر ڈالی جائے گی۔

پس اس شرک کے خلاف دو دلیلیں بیان فرمائی گئیں کہ خدا کے سوا کسی اور کو رب سمجھ لو۔ ہر

وجود کا رب خدا ہے یہ پہلی دلیل ہے اور جو خود ایک رب کا محتاج ہو اور اس کو رب بننے کا حق ہی کوئی نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہر شخص کسی کو جوابدہ ہے اور اللہ کسی کو جوابدہ نہیں ہے ہر شخص جو عمل کرتا ہے اس عمل کے بارہ میں اس سے پوچھا جائے گا اور اس کا اسے خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ اور کوئی دوسری جان کسی اور جان کا بوجھ نہیں اٹھا سکے گی۔

بعض لوگ مثلاً ہندو یہ کہتے ہیں کہ ہم ہیں تو توحید کے قائل اور آخری صورت میں ایک ہی خدا ہے مگر یہ جو بت ہیں یہ جن ناموں سے منسوب ہو رہے ہیں وہ چھوٹے چھوٹے ایسے خدا ہیں جو ہمارے بوجھ اٹھا لیں گے۔ ہماری طرف سے خدا تعالیٰ کے حضور شفاعت کر کے ہمارے گناہ معاف کروا دیں گے اور ان سے تعلق کے نتیجہ میں ہمیں جو فائدہ پہنچتا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسے آپ کسی سواری پر بوجھ ڈال دیتے ہیں تو یہ ہمارے لئے سواریاں ہی ہیں جو ہمیں خدا تک لے کر جاتی ہیں اور ہمارے بوجھ اٹھا لیتی ہیں۔ اس قسم کے فلسفیانہ جواب دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مجھے خود تجربہ ہے بہت بچپن کے زمانہ میں جبکہ میں سکول میں تھا، ایک دفعہ ڈلہوزی میں میں ایک خوبصورت جگہ سیر کے لئے گیا ہوا تھا اور وہاں ایک ہندو سے تبلیغی گفتگو ہو رہی تھی تو اس نے یہی بات مجھ سے کی اور وہی بات ہے جو میرے ذہن پر نقش ہوئی کہ یہ اس طرح شرک کے لئے عذر تراشتے ہیں۔ اس نے کہا تمہارے بھی تو خدا تک پہنچانے والے ولی ہوتے ہیں۔ یہ جو بت ہیں یہ تو صرف بعض ایسے وجودوں کی نمائندگی کرتے ہیں جو اپنے تعلق کی رعایت کرتے ہوئے اس کو خدا تک لے جاتے ہیں جو ان سے تعلق رکھتا ہے اور یہ شرک نہیں ہے مگر قرآن کریم نے اس مضمون کو اس طرح کھول کر بیان فرمایا ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہوگا اور ہر جان اپنے اعمال کی خود ذمہ دار ہے۔

یہ جو پہلا اعلان ہے اس کا مشاہدہ قدرت سے تعلق ہے۔ صرف مذہبی اعمال کی بات نہیں ہو رہی بلکہ ایک دلیل ہے۔ آپ جب کائنات پر غور کرتے ہیں تو ہر چیز جو متحرک ہے اور ہر چیز جو جان رکھتی ہے وہ جو کام کرتی ہے اس کی ذمہ دار بن جاتی ہے۔ اگر کوئی جانور غفلت کی حالت میں جنگل میں زندگی بسر کرتا ہے تو شیر کا یا دوسرے جانوروں کا شکار ہو جاتا ہے، کوئی اندھا دھند دوڑتا ہے تو بسا اوقات گڑھوں میں گر پڑتا ہے۔ یہ تو بہت معمولی کھلی کھلی مثالیں ہیں لیکن تفصیل کے ساتھ آپ ساری کائنات، سارے نظام عالم پر غور کریں تو یہی مضمون آپ کو دکھائی دے گا کہ وَلَا تَكْسِبُ

كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا کوئی جان بھی ایسی دکھائی نہیں دے گی جو اپنے روزمرہ کے اعمال کی ذمہ دار نہ بنتی ہو اور جب وہ غلطی کرتی ہے تو اس کی سزا بھگتتی ہے۔

دوسرا پہلو خصوصیت سے گناہوں سے تعلق رکھنے والا ہے۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى روحانی دنیا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پہلی دلیل روحانی قانون کو تقویت دینے کے لئے اور یہ سمجھانے کے لئے قائم کی گئی ہے کہ جب تم کائنات میں یہ دیکھ رہے ہو کہ ہر شخص اپنی غلطیوں کا، اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے جو کچھ وہ کماتا ہے ویسا ہی اس کو ملتا ہے تو یاد رکھو کہ یہی وہ قانون ہے جو مذہبی دنیا میں جاری وساری ہے لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى یہ تمہارا وہم ہے کہ تمہارے بوجھ کوئی اور اٹھا کر چلے گا۔ قیامت کے دن ہر شخص اپنے گناہوں کا، اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہوگا اور کوئی دوسرا اس کے بوجھ اٹھانے والا نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ مائیں اپنے بچوں کا بوجھ نہیں اٹھا سکیں گی، بہنیں اپنے بھائیوں کا بوجھ نہیں اٹھا سکیں گی، خاوند اپنی بیویوں کے بوجھ نہیں اٹھا سکیں گے، ہر شخص اکیلا اکیلا رہ جائے گا اور اسی مضمون کو یوں بیان فرمایا گیا کہ جیسے تم دنیا میں اکیلے آئے تھے اسی طرح اکیلے اکیلے خدا کے حضور حاضر ہو گے اور تمہارا اور کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ پھر ایسی حالت میں تم نے اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ اور تم کو ان امور کے متعلق بتائے گا جن میں تم اس دنیا میں اختلاف کیا کرتے تھے۔ توحید کی یہ تعلیم قرآن کریم نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کو سکھلائی اور اس کے معاً بعد عملی طور پر توحید کا علمبردار حضرت محمد مصطفی ﷺ کو پیش کر کے ابراہیمؑ کا حوالہ چھوڑ دیا اور تمام تر ذکر حضرت محمد مصطفی ﷺ کا شروع ہو گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا توحید کا مقام غیر معمولی تھا اس لئے اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ذکر کے ساتھ تاریخی طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام زندہ رکھا جاتا ہے اور یہ بائبل کی پیشگوئی بھی تھی کہ آئندہ آنے والا ایک ایسا نبی ہوگا جس کی وجہ سے آخرین میں تیرے نام پر سلام بھیجا جائے گا۔ پس اسی پیشگوئی کا مصداق حضرت ابراہیم علیہ السلام بنے اور اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ اس طرح پورا فرمایا کہ توحید کے مضمون کو جہاں جہاں بھی ملتا ہے الا ماشاء اللہ ابراہیمؑ کے نام کے ساتھ باندھا گیا ہے یا آپ کی صفات کے نام کے ساتھ باندھا گیا ہے۔ حَنِيْفًا جب فرمایا

جاتا ہے تو سب سے زیادہ واضح طور پر حضرت ابراہیمؑ کا تصور ذہن میں ابھرتا ہے کیونکہ آپ کے نام کے ساتھ حنیف کا مضمون قرآن کریم نے بڑی مضبوطی سے باندھ دیا ہے یہاں تک کہ ایک ہی وجود کے دو نام بن گئے ہیں، ابراہیم کہہ دیں یا حنیف کہہ دیں دونوں صورتوں میں ذہن حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ پس تاریخی لحاظ سے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام ایک موحّد کے طور پر پیش فرمایا گیا لیکن عملی تعلیم کی رو سے اور توحید کے اپنی تمام باریکیوں کے ساتھ، تمام لطافتوں کے ساتھ انسان کے وجود میں جاری و ساری ہونے کے مضمون کو حضرت محمد مصطفی ﷺ کے حوالے سے پیش فرمایا گیا ہے۔

اس پہلو سے اگر ہم اس مضمون پر مزید غور کرنا چاہتے ہیں تو لازماً ہمیں حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم کی طرف رجوع کرنا ہوگا اور وہ دو طرح سے ہوسکتا ہے ایک یہ کہ توحید سے متعلق آپؐ کے ارشادات کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے دوسرے توحید کے نتیجہ میں آپؐ کا جو وجود ابھرا ہے، جو تشخص قائم ہوا ہے اس پر غور کیا جائے اور تیسرے توحید کے لئے جیسی محبت اور والہیّت اور جیسا عشق آنحضرت ﷺ کے دل میں موجزن تھا وہ جہاں جہاں جلوہ گر ہے، جس وقت وہ جوش کے ساتھ ابلا ہے اور باہر دکھائی دیا ہے اور چھلکا ہے ان نظاروں کو دیکھا جائے تو پتا چلے گا کہ آنحضرت ﷺ کس مرتبے اور کس مقام کے مجاہد تھے اور توحید آپؐ کے سینہ میں کیسے ایک سمندر کی طرح موجزن تھی۔ یہ وہ پہلو ہیں جن کو احادیث کے حوالہ سے میں آپ کے سامنے رکھوں گا۔ یہ وہ مضمون ہے جو ایک خطبہ میں تو ختم نہیں ہوسکتا۔ کچھ حوالے چھوڑتا جاؤں گا کچھ چن لوں گا اس طرح کوشش کروں گا کہ تھوڑے وقت میں اس کے تمام اہم پہلو آپ کے سامنے رکھ دوں کیونکہ اسی حوالے میں ہماری زندگی ہے۔ حضرت محمد مصطفی ﷺ کے موحد ہونے کے حوالے میں ہمارے تمام تر مطالب اور تمام تر مقاصد داخل ہیں اور اسی سے ہم زندگی کا راز پا سکتے ہیں یہی وہ راہ ہے جو ہمیں موت سے بچا سکتی ہے، یہی وہ سرچشمہ ہے جس سے پانی پی کر ہم ابدی زندگی حاصل کر سکتے ہیں اور یہی وہ ایک سرچشمہ ہے جس کی طرف دنیا کے پیاسوں کو بلا کر ہم دنیا کی پیاس بجھا سکتے ہیں۔ پس آنحضرت ﷺ نے توحید کا جو مضمون بیان فرمایا ہے اس میں سے چند پہلو میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں کیونکہ یہ وہ مضمون ہے جو بہت وسیع ہے اور بڑی کثرت سے احادیث میں اس مضمون کا ذکر ملتا ہے۔ میں نے

ان میں سے چند احادیث آج کے خطبہ کے لئے چنی ہیں بخاری، کتاب الایمان ۔ باب امور الایمان اور اسی طرح مسلم میں یہ حدیث ہے۔

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ایمان کی کچھ اوپر ستر یا کچھ اوپر ساٹھ شاخیں ہیں یہ جو کچھ اوپر ستر اور کچھ اوپر ساٹھ بیان کیا گیا ہے اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ستر یا ساٹھ سے اوپر۔ مراد یہ ہے کہ راوی جو بیان کرتا ہے وہ احتیاط کے تقاضے پورے کرتے ہوئے یہ بتانا چاہتا ہے کہ مجھے پوری طرح قطعی طور پر یاد نہیں کہ ستر ہی فرمایا تھا یا ساٹھ فرمایا تھا لیکن میرا ذہن زیادہ ستر کی طرف مائل ہے۔ اس لئے ستر کے عدد کو میں پہلے بیان کرتا ہوں اور ہوسکتا ہے کہ ساٹھ فرمایا گیا ہو۔ اس کو میں قطعاً خارج از امکان نہیں کرسکتا۔ یہ نہیں کہہ سکتا کہ ساٹھ نہیں فرمایا تو یہ احتیاط کی طرز بیان ہے۔ فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایمان کی کچھ اوپر ستر یا کچھ اوپر ساٹھ شاخیں ہیں۔ ان میں سب سے افضل لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور ان میں سے کمتر راستے میں سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹانا ہے اور حیا بھی ایمان ہی کی ایک شاخ ہے۔

آنحضرت ﷺ نے جہاں ایمان کا ذکر فرمایا ہے وہاں بظاہر توحید کی بات نہیں ہو رہی لیکن ایمان کا خلاصہ لا الہ الا اللہ میں بیان فرمادیا اور ایمان کی تمام شاخوں میں سب سے افضل شاخ لا الہ الا اللہ کو قرار دیا اور جیسا کہ بعض دوسری احادیث پر غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ لا الہ الا اللہ ہی کی وہ شاخ ہے جس کے سائے میں باقی سب شاخیں پل رہی ہیں وہ شاخیں دراصل اس ایک شاخ کے وجود کا حصہ ہیں۔ پس ایمان کی ستر سے اوپر شاخیں ہونا اور ان میں سب سے افضل اور سب سے اہم لا الہ الا اللہ کا اقرار ہونا ثابت کرتا ہے کہ توحید کو ایمان میں سب سے زیادہ مرکزیت اور سب سے زیادہ افضلیت حاصل ہے اس سے اوپر ایمان کی تعریف ممکن نہیں۔ پھر فرمایا کہ اس کی کمتر شاخ تکلیف دہ چیزوں کا رستے سے ہٹانا ہے۔

درحقیقت یہ بھی توحید ہی کا پرتو ہے توحید ہی کے نتیجہ میں ایمان رفتہ رفتہ بنی نوع انسان کی بھلائی میں تبدیل ہونا شروع ہوتا ہے۔ توحید ہی کے نتیجہ میں انسان کے انسان سے معاملات کی تعلیم ابھر کر سامنے آتی ہے اور پھر توحید کی پرورش سے یہ پھولتی اور پھلتی ہے یہ مضمون بہت تفصیلی اور گہرا مضمون ہے۔ بہت سے ایسے حوالے قرآن کریم میں اور احادیث میں موجود ہیں جن سے قطعی طور پر

ثابت کیا جا سکتا ہے کہ توحید کی نشوونما میں بنی نوع انسان کے تعلقات کی نشوونما ہی نہیں بلکہ کل موجودات سے تعلقات کی نشوونما کا مضمون ملتا ہے یعنی یہ سب چیزیں توحید سے وابستہ ہیں اور توحید چونکہ خدا تعالیٰ کی ذات سے براہ راست تعلق کا نام ہے اس لئے سب سے بالا مضمون وہی ہے اور جوں جوں نیچے اترتے ہیں خدمت خلق کے کاموں میں آپ داخل ہوتے ہیں۔ کچھ کام ایسے ہیں جو مثبت معنی رکھتے ہیں، کچھ ایسے ہیں جو منفی معنی رکھتے ہیں۔ مثبت معنوں میں ایسی خدمتیں کرنا جس کے نتیجہ میں قوموں کے اخلاق درست ہوں۔ ان کے زندگی کے تمام پہلوؤں پر نیک اثرات مترتب ہوں اور پھر خوراک وغیرہ کے ذریعہ اور دوسری امداد کے ذریعہ انسانوں کی مدد کرنا، یہ سارے مثبت پہلو ہیں اور منفی پہلوؤں میں یہ ہے کہ قوم کو کسی کے شر سے بچایا جائے سب سے پہلے اپنے شر سے بچایا جائے۔ پھر یہی قوم جو ہے یہ وسعت اختیار کر جاتی ہے۔ تمام بنی نوع انسان اس تعلق میں داخل ہو جاتے ہیں اور تمام بنی نوع انسان کو انسان اپنے شر سے محفوظ رکھے تو یہ بھی توحید ہی کی ایک شاخ ہے۔ پھر اس سے آگے چل کر تمام جانور اس میں داخل ہو جاتے ہیں تمام ذی روح داخل ہو جاتے ہیں پھر منفی پہلو جو ہیں ان میں ہر چیز سے ان کا دکھ دور کرنے کی کوشش کرنا یا ایسی چیز دور کرنا جس سے کسی کو دکھ ممکن ہے۔ یہ وہ پہلو ہے جس کو آنحضرت ﷺ ایمان کا سب سے ادنیٰ پہلو بیان فرماتے ہیں یا دوسرے لفظوں میں توحید کا سب سے ادنیٰ پہلو بھی یہ بنتا ہے کہ ایسی چیز جس سے کسی کو تکلیف پہنچنے کا دور کا خطرہ ہو وہ بھی رستے سے ہٹا دو تا کہ دنیا امن کا گہوارہ بن جائے پس اگر اس حدیث کے مضمون پر غور کریں تو ساری دنیا کی امن کی تعلیم کا خلاصہ اس حدیث میں بیان فرما دیا ہے۔

وہ غلام محمد مصطفی ﷺ جو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ اتفاقاً رستے کا پڑا ہوا کانٹا کسی وجود کو چبھ جائے خواہ وہ انسان ہو یا جانور ہو وہ یہ کیسے پسند کر سکتا ہے کہ اس سے کسی دوسرے انسان کو تکلیف پہنچے اور وہ کسی کی دل آزاری کا گمان کیسے کر سکتا ہے۔ جو کانٹے کو بھی پسند نہیں کرتا جو کہیں اتفاقاً پڑا ہوا رہ گیا ہے یا رستے میں اُگ گیا ہے کہ اس سے کسی چلنے پھرنے والے ذی روح کو تکلیف پہنچ جائے وہ یہ کیسے سوچ سکتا ہے کہ میں کسی کی راہ میں کانٹے بودوں یا میرے وجود سے کسی اور وجود کو تکلیف پہنچ سکے۔ پس یہ امن کے قیام کے لئے ایک عظیم تعلیم ہے جس کا عشر عشیر بھی دنیا کو معلوم نہیں ہے۔ ان کے لئے یہ تصور ایسی بات ہے جیسے آسمان کی بلندیوں پر کوئی چیز اڑ رہی ہے جس تک آپ کی کوئی نظر نہیں، کوئی

اس سے تعلق نہیں، کوئی واسطہ نہیں، پتا بھی لگے کہ کوئی چیز ہے تو آپ کہہ دیں کہ ہمیں اس سے کیا، دور آسمان پر کوئی چیز بیٹھی ہوئی ہوگی آنحضرت ﷺ کی تعلیمات کے بہت سے پہلو ایسے ہیں جو آج کل کی دنیا کے لئے ایسے ہی ہیں جیسے آسمان کی بلندیوں پر نظر سے دور غائب کوئی چیز اڑ رہی ہے اور کوئی انسان سمجھتا ہے کہ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہمیں کیا اس سے۔ ہوتی پھرے مگر واقعہ یہ ہے کہ اس کائنات میں جو انسانی اخلاق کی کائنات ہے اس میں جو آسمان آنحضرت ﷺ کو عطا کیا گیا ہے اور جو زمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی ہے۔ یہ وہ زمین و آسمان ہیں جن کا آپس میں گہرا رشتہ ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں جو آسمان پر ہو اور زمین پر اثر انداز نہ ہو یہ ویسا ہی ہے جیسے سائنس کی دنیا سے یہ ثابت ہے کہ وہ دور کی باتیں جو بیس ارب سال پہلے دنیا میں رونما ہوئی تھیں جبکہ دنیا نے اپنے آغاز کا پہلا قدم اٹھایا تھا اور پہلا سانس لیا تھا ان کا اثر آج تک دنیا پر پڑ رہا ہے اور وہ کائنات جو اپنے آخری کناروں پر مزید دور ہٹتی چلی جارہی ہے اس کی تاثیرات بھی دنیا پر پہنچتی ہیں اور اثر انداز ہوتی ہیں تو آنحضرت ﷺ کی اخلاقی تعلیم جس بلند آسمان سے تعلق رکھتی ہے اس کے متعلق یہ کہہ دینا کہ یہ بہت دور کی تعلیم ہے۔ اس کا ہم سے کیا تعلق؟ یہ محض جاہلانہ باتیں ہیں۔ کوئی ایک چیز بھی ایسی نہیں جس کا کسی نہ کسی رنگ میں دوسری چیز سے تعلق نہ ہو۔ پس آنحضرت ﷺ کی تعلیمات کو اس تفصیل اور گہرائی کے ساتھ پڑھنا چاہئے اور یقین رکھنا چاہئے کہ حضور اکرم ﷺ کے منہ سے نکلی ہوئی ادنیٰ سی بات بھی گہرا اثر رکھتی ہے۔ پس جس چیز کو آپ ادنیٰ سمجھ رہے ہیں یعنی کانٹے کا رستے سے ہٹانا ایک ادنیٰ سی بات ہے لیکن اس میں یہ غور کرنے کی بات ہے کہ یہ مضمون ایک اور رنگ میں سوچنا چاہئے۔ وہ رنگ یہ ہے کہ جو شخص کانٹے کی تکلیف سے بھی بنی نوع انسان کو بچانے کے لئے ایسا خواہش مند ہو کہ رستہ چلتے اپنا وقت ضائع کرے، جھک جائے اور اس کانٹے کو اٹھا کر دور کر دے وہ کیسے بے دین ہوسکتا ہے۔ اس سے دنیا کو کیسے بدامنی کا خطرہ پیدا ہوسکتا ہے۔

پس یہ وہ انتہائی تعلیم ہے جو آپ کے تمام اعمال پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ یہ محض ایک الگ تعلیم نہیں ہے کہ صرف کانٹوں سے ہی ان لوگوں کو دشمنیاں ہیں کہ کانٹا ہٹا دیں۔ مراد یہ ہے کہ یہاں تک وہ پاکدامن لوگ ہیں اور ایسے نیک نیت لوگ ہیں کہ باقی سب باتوں میں تو ان سے امن ہی امن ہے۔ رستہ میں پڑے ہوئے کانٹے کی تکلیف کو بھی وہ دنیا کے لئے پسند نہیں کرتے۔ پس جو

بظاہر ادنیٰ تعلیم ہے یہ انسان کے اعمال کی انتہائی حفاظت کرنے والی تعلیم ہے۔اس کے تمام دوسرے ادنیٰ پہلوؤں کے اوپر یہ تعلیم نگران بن جاتی ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔حضرت طارق بن اشیمؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے یہ اقرار کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور انکار کیا ان کا جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جاتی ہے تو اس کے جان و مال قابلِ احترام ہو جاتے ہیں اور اس کو قانونی تحفظ حاصل ہو جاتا ہے۔اس کا باقی حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے وہی اس کی نیت کے مطابق اس کو بدلہ دے گا۔(مسلم کتاب الایمان باب الامر یقتال الناس حتی یقولو ا لا الہ الا اللہ)

بہرحال کلمہ توحید پڑھنے کے بعد بندوں کی گرفت سے وہ آزاد ہے۔ یہ بہت ہی عظیم الشان تعلیم ہے اور اس کا پہلی اس تعلیم سے گہرا تعلق ہے۔ میں نے بیان کیا تھا کہ دراصل ایمان کے ضمن میں جو باتیں بیان ہوئی ہیں۔ وہ توحید ہی کی مختلف شاخیں ہیں جن پر گفتگو فرمائی جارہی ہے۔ یہاں ایمان کی بحث نہیں بلکہ خالصۃً توحید کی بحث ہے اور توحید کی تعریف یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ جو انسان توحید پر قائم ہو اس کا جان، مال، اس کی عزت دوسروں پر حرام ہو جاتی ہے۔سوال یہ ہے کہ کیوں حرام ہو جاتی ہے۔ میں اگر موحّد ہوں تو میری عزت، میری جان، میرا مال، میری زندگی کی دلچسپی کی چیزیں ان غیروں پر کیسے حرام ہو گئیں جو مؤحد نہیں ہیں۔ یہ سوچنے والی بات ہے ورنہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ فضول دعویٰ ہے۔ بے معنی دعویٰ ہے۔تم توحید پر ایمان لاتے پھرو۔ہم پر تمہاری جان مال کیوں حرام ہو گئے۔اس کا جواب یہ ہے کہ مؤحد کے اوپر دوسروں کے جان و مال حرام ہوتے ہیں۔اس کے بغیر یہ نتیجہ نکل ہی نہیں سکتا۔حقیقی توحید پرست وہ ہے جس پر ہر دوسرے انسان کی عزت لوٹنا حرام، ہر دوسرے انسان کی جان لینا حرام، ہر دوسرے انسان کا مال کھانا حرام، اس کی ہر چیز کا وہ امین بن جاتا ہے اور یہی امانت کی روح ہے جو متقابل یہ تقاضا کرتی ہے کہ میں جب تمہاری جان، مال، عزت، آبرو، ہر چیز کا امین بن گیا ہوں اور میری طرف سے تمہاری کسی چیز کو بھی خطرہ نہیں تو پھر تمہارا کیا حق ہے کہ تم مجھے غیر نظر سے دیکھو اور مجھے ٹیڑھی نظر سے دیکھو۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض نتائج اخذ فرمائے ہیں ان پر اگر آپ غور کریں تو ان نتائج کی دلیل آپ کے کلام کے اندر موجود ہے۔محض دعویٰ نہیں ہے بلکہ وہ کلام اپنے ساتھ اپنی

دلیل رکھتا ہے۔فرمایا اس کا باقی حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ایک شخص جو یہ اقرار کرتا ہے کہ خدا ایک ہے اس کا طبعی نتیجہ یہ نکلے گا کہ بنی نوع انسان کے نزدیک اسے محترم ہو جانا چاہئے اور اس کا ایک ایسا تشخص ابھرنا چاہئے کہ جس کے نتیجہ میں سب دنیا سمجھے کہ اس پر ہمارا کوئی حق نہیں۔ یہ ہماری دسترس سے باہر رہنا چاہئے۔ باقی اس کی نیت میں اگر کوئی فتور ہے تو وہ معاملہ اللہ تعالیٰ پر ہے۔اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے وہی اس کی نیت کے مطابق اس کو بدلہ دے گا۔کلمہ توحید پڑھنے کے بعد بندوں کی گرفت سے وہ بہر حال آزاد ہے۔

اب یہ عجیب بات ہے کہ پاکستان میں عدلیہ کی ایک کارروائی میں یہ فیصلہ دیا گیا کہ احمدیوں کو کلمہ پڑھنے کا حق ایسا ہے کہ آرڈیننس ان کو اس حق سے محروم نہیں کرتا۔ اس لئے **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پڑھنے کے نتیجہ میں احمدیوں کو سزا نہیں دی جائے گی یعنی یہ ایک ایسا جرم ہے جو وہ کر سکتے ہیں لیکن انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ اس جرم کے بعد وہ ہر پکڑ سے آزاد ہو جاتے ہیں اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا یہ غیر مبہم اعلان ہے اور ہمیشہ کے لئے یہ اعلان ہے کہ جس شخص نے کلمہ پڑھ لیا اور وہ بھی صرف کلمہ کا پہلا جزو **لا الہ الا اللہ** تو اس پر پھر تمہارا کوئی حق نہیں رہتا۔اگر تم یہ شک کرتے ہو کہ اس نے بدنیتی سے پڑھا ہے اس لئے اس کی جان، مال اور عزت کو تحفظ نہیں ملنا چاہئے تو اس کا جواب خود حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ دے رہے ہیں۔فرماتے ہیں اس کا حساب اب اللہ کے ذمہ ہے۔اس کو جو حفاظت ملی ہے خدا کے نام پر ملی ہے۔اس بنا پر ملی ہے کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ اللہ ایک ہے۔اس کے سوا کوئی نہیں اس کے بعد بندوں کی دسترس سے وہ باہر ہو گیا۔رہا یہ کہ اس نے جھوٹ نہ بولا ہو اور جھوٹ بول کر امن حاصل کرنے کی کوشش نہ کی ہو تو فرمایا کہ اس کا بندوں سے کوئی تعلق نہیں جس کے نام پر اسے محترم قرار دیا گیا ہے۔اس خدا کا پھر کام ہے، اس اللہ کا کام ہے کہ اس کے جھوٹ کی اسے سزا دے۔ جہاں تک کلمۂ توحید کا تعلق ہے تو آخری نکتہ یہ بیان فرمایا کہ

من قال لا اله الا الله و كفر بما يعبد من دون الله حرم ما له و دمه و حسابه على الله تعالىٰ (مسلم کتاب الایمان حدیث نمبر:۳۴)

یعنی اس کا حساب کتاب پھر بندوں کا کام نہیں ہے۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ دل سے جھوٹ بولا تھا اور نام کسی اور کا لیا تھا۔

ایک دوسری حدیث میں جو تفسیر ابن کثیرؒ سے لی گئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں: یہ وہ لمبی حدیث ہے جس میں اہل نجران کے نام آنحضرت ﷺ کے خط کا مضمون بیان ہوا ہے۔ نجران کے عیسائیوں کو جب آنحضرت ﷺ نے پناہ دی تو ان کو ایک پناہ نامہ لکھ کر دیا گیا اس میں جو باتیں مذکور تھیں ان میں دو باتیں یہ بھی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کو جو مذہباً عیسائی تھے ایک خط لکھا جس کا ایک حصہ یہ ہے۔

''امابعد! میں تم کو اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ بندوں کی غلامی اور پرستش سے نکل کر خدا کی بندگی اور پرستش اختیار کرو۔'' یہ توحید کا دوسرا فیض ہے جو میں آپ کے سامنے کھول کر رکھنا چاہتا ہوں۔ پہلا تو یہ ہے کہ آپ دنیا سے امن میں آجاتے ہیں اگر خدائے واحد کا اقرار کرتے ہیں تو آپ کا حساب خدا پر ہے بندوں کا پھر کوئی حق نہیں کہ آپ پر زیادتی کریں اس میں یہ بات لازم ہے کہ آپ کسی اور پر زیادتی نہ کریں یعنی توحید کے اقرار کے نتیجہ میں پھر لازماً آپ کو ایسا ہونا پڑے گا کہ آپ کی طرف سے کسی کو کوئی شر نہ پہنچے۔ پھر فرمایا کہ توحید کا ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ بندوں کی غلامی اور پرستش سے نکل کر خدا کی غلامی اور پرستش میں داخل ہو جاؤ۔ امر واقعہ یہ ہے کہ جو شخص صرف اللہ کو خدا بناتا ہے وہ تمام غیر اللہ کی عبادتوں سے آزاد کیا جاتا ہے، ہر قسم کی غلامیوں سے آزاد کیا جاتا ہے۔

اب یہ جو مضمون ہے یہ مزید توجہ چاہتا ہے کیونکہ ایک انسان دنیا کے قانون سے ویسے تو آزاد نہیں ہے۔ ایک انسان جو خدا تعالیٰ کی توحید کا اقرار کر لیتا ہے اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ وہ تمام بندوں کی غلامی اور پرستش سے آزاد ہو جاتا ہے۔ یہ کیا معنی رکھتا ہے؟ ہم لوگ اب انگلستان میں ہیں اور انگلستان کے قانون کے پابند ہیں تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نصیحت میں اور قرآن کریم کی اس تعلیم میں کہ جہاں رہو وہاں اولوالامر کی اطاعت کرو کیا کوئی تضاد ہے؟ انسان کیسے آزاد ہوتا ہے؟ اس مضمون کو سمجھ کر انسان کے اندر روشنی کا ایک نیا سورج ابھرآتا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ حکومتوں کی اطاعت یا قانون کی پابندیاں دراصل غلامی نہیں ہیں۔ غلامی وہ

ذہنیت ہے جس کے نتیجہ میں انسان فیصلہ کرتے وقت خدا کو چھوڑ کر کسی اور طاقت کو پیش نظر رکھ کر فیصلے کرتا ہے۔ ایسی صورت میں انسان ہر کس و ناکس کا غلام بن جاتا ہے۔ یہ وہ مضمون ہے جس کو میں انشاء اللہ مزید تفصیل سے آئندہ خطبہ میں بیان کروں گا اور اس کو سمجھنے کے نتیجہ میں صحیح آزادی کی روح احمدیوں کو نصیب ہوگی اور احمدیوں کی وساطت سے تمام دنیا کو حقیقی آزادی کا پیغام ملے گا۔ توحید ہی میں آزادی ہے۔ توحید کے سوا ہر چیز غلامی ہے اور ساری دنیا غلامی میں جکڑی گئی ہے اس غلامی کی زنجیروں کو کیسے توڑا جائے گا۔ یہ وہ مضمون ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا اور اب چونکہ وقت ہو چکا ہے اس لئے آئندہ خطبہ سے میں اس مضمون سے متعلق مزید باتیں آپ کے سامنے رکھوں گا۔

جو آیت میں نے قرآن کریم کی تلاوت کی تھی۔ ایک لفظ دین قیم بھی ہے اور یہی مضمون قِيَمًا کے لفظ سے بھی ادا کیا جاتا ہے۔ کیونکہ قیم کی عادت تھی۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ میں غلطی سے دِيْنًا قِيَمًا پڑھ گیا ہوں۔ حالانکہ قرآن کریم کی اس آیت میں قیما کا لفظ ہے۔ قیم کا نہیں۔ تو اس تلفظ کی غلطی کو دور فرمالیا جائے۔ معناً قیّم یا قیم میں اگر فرق ہے تو بہت معمولی تقریباً ایک ہی چیز کے دونام ہیں۔ اور قرآن کریم کی جس چھوٹی سورۃ کا حوالہ دیا گیا تھا۔ وہاں قیما ہی آیا ہے۔ دِيْنًا قِيَمًا اور مضمون وہی ہے جو قیما میں بیان ہوا ہے۔ اس نے اگر چہ معنا کوئی فرق نہیں پڑا لیکن قرآن کریم کی تقدس کا یہ تقاضا ہے کہ اگر ادنیٰ بھی غلطی نہ ہو سوائے اس کے کہ لاعلمی میں انسان سے غلطی ہو جائے۔ جس کو خدا تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے تو یاد رکھیں کہ اس آیت کریمہ کو درست کرلیا جائے۔ قیما لفظ ہے یہاں دِيْنًا قِيَمًا نہ کہ دینا قیما۔ میں ممنون ہوں منیر احمد جاوید کا جنہوں نے یہ توجہ دلا دی ورنہ اگلے خطبہ میں لوگوں کو غلط فہمی ہوسکتی تھی۔

امام نے یہ تجویز کی ہے کہ چونکہ آج خدام الاحمدیہ کا اجتماع بھی ہے اور بارش بھی ہو رہی ہے۔ بہر حال اجتماع کی وجہ سے یہاں سے لوگوں نے اسلام آباد جانا ہے اس لئے نمازیں جمع کروائی جائیں۔ اس لئے جمعہ کی نماز کے بعد عصر کی نماز بھی ساتھ جمع ہوگی۔